© rasailojaraid.com

شذرات

امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کم و بیش اس مضمون کی تین حدیثیں نقل کی ہیں :-

"جو ہماری نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے ، وہ مسلمان ہے ، جسے اللہ اور اُس کے رسول کا ذمہ حاصل ہے۔ اُسے وہ سارے حقوق حاصل ہوں گے ، جو مسلمانوں کو حاصل ہیں اور مسلمانوں پر جو ذمہ داریاں عائد ہیں ، وہی اس پر بھی عائد ہوں گی۔"

امام ابو یوسفؒ اہل سنت والجماعت کے بہت بڑے امام ہیں ، اور ان کا زمانہ وہ ہے جب مسلمانوں میں کئی بڑے بڑے فرقے پیدا ہو گئے تھے۔ جمہور مسلمان تو اہل سنت والجماعت تھے ہی ، ان کے علاوہ شیعہ ، خوارج ، معتزلہ ، قدریہ اور جبریہ وغیرہ فرقے وجود میں آچکے تھے اور ان میں آپس میں منازعات ہوتے رہتے تھے لیکن اس کے باوجود امام ابو یوسف نے مسلمان کی تعریف یہ کی۔ جو ہماری نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے۔ امام صاحب کی نقل کردہ ایک حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں ، "جو شخص بھی ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے ، وہ مسلمان ہے ..."

تمام مسلمانوں کو دینِ اسلام کے وسیع دائرے میں متحد و مجتمع کرنے کے لئے ایک مسلمان کی امام ابو یوسف نے جو تعریف کی ہے ، اگر اسے بطور ایک اساسی اصول کے مان لیا جائے ، تو آج مسلمانوں میں مذہبی فرقوں کی بنیاد پر جو تفرقہ پردازی کی شدت پائی جاتی ہے ، وہ بہت حد تک کم ہو سکتی ہے۔

مسلمانوں سے کہیں زیادہ عیسائیوں میں فرقے ہیں۔ اور اُن کے فرقوں میں ہم مسلمانوں سے کہیں زیادہ اختلافات ہیں۔ اور وہ اختلافات بھی بنیادی نوعیت کے ہیں ، لیکن اس کے باوجود عیسائیوں کے دو بڑے فرقوں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ میں یگانگت پیدا کی جا رہی ہے۔ کچھ عرصہ ہوا برطانیہ کے پروٹسٹنٹ چرچ کا سب سے بڑا پادری کیتھولک چرچ کے سربراہ پوپ سے ملنے روم گیا تھا۔

عیسائیت کو آج جو کمیونزم کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ، اس کی وجہ سے عیسائیوں کے مذہبی رہنماؤں میں دو بڑی تبدیلیاں آئی ہیں ، ایک تو وہ آپس کے نظری اور اعتقادی اختلافات کو نسبتاً کم اہم سمجھ کر سب فرقوں کے عیسائیوں کو باہم متحد کرنے کا سوچنے لگ گئے ہیں کیونکہ وہ محسوس کر رہے ہیں کہ کمیونزم ساری عیسائیت کی مخالف ہے اور اگر عیسائیت نے مل کر اس کے سیلاب کو نہ روکا ، تو وہ سب عیسائی فرقوں کو بہا کرلے جائے گی۔ اس کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یلغار سے نہ پروٹسٹنٹ بچیں گے، نہ کیتھولک۔

دوسرے مسیحی پادری دیکھ رہے ہیں کہ کمیونزم کی سب سے زیادہ اور پُراثر اپیل اُن طبقوں سے ہوتی ہے جو غریب اور محروم ہیں۔ اور اس کی یہ اپیل بآسانی ان طبقوں کے دلوں میں گھر کر لیتی ہے۔ اور وہ اس کی زد میں بہہ جاتے ہیں۔ اس کا توڑ وہ یہ کر رہے ہیں کہ دینی مذہبی سرگرمیاں صرف گرجوں تک محدود نہیں رکھتے، بلکہ وہ اپنے ہاں کے غریب اور محروم طبقوں میں جاتے ہیں۔ اور ان کی عام معاشی اور معاشرتی حالت کو بہتر بنانے میں مدد کرتے ہیں، یعنی عیسائی چرچ مذہبی مراسم کے ساتھ اپنے لوگوں کی فلاحی خدمات بھی سرانجام دینے کی طرف متوجہ ہے۔

دوسرے اکثر مسلمان ملکوں میں تو مثال کے طور پر قومیت و وطنیت کو ملکی و قومی وحدت و استحکام کی بنیاد بنایا جا رہا ہے اور مسلمانوں کے آپس کے مذہبی فرقوں کے اختلافات کو قومی یک جہتی اور وطنیت کے تحت ختم کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ یہاں تک کہ عیسائی عرب اور مسلمان عرب کو عربیت کے رشتے میں پرو کر منؔ کلّی وجہٖ ایک کیا جا رہا ہے۔ مزید برآں بہت سے عرب ملکوں نے اپنے عوام کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کے لئے اشتراکیت (سوشلزم) کو اپنا لیا ہے اسلامی سوشلزم کو نہیں، بلکہ سوشلزم کو، علمی سوشلزم کو۔

ان مسلمان ملکوں کے برعکس اوّل تو پاکستان کی نظریاتی بُنیاد اُس طرح کی قومیت و وطنیت نہیں اور نہ ہو سکتی ہے، جیسے ترکی، ایران اور مصر وغیرہ میں ایک اصول عمومی کی حیثیت حاصل ہے۔ پاکستانی قومیت دو عناصر سے مرکب ہے، ایک اسلام اور دوسرا عنصر ملک کا جغرافیائی وجود ہے۔ اب اگر پاکستانی قومیت کو متحد اور مستحکم بنانا ہے۔ اور آج کوئی ملک داخلی لحاظ سے متحد و مستحکم ہوئے بغیر ترقی کرنا تو ایک طرف رہا۔ محفوظ و مامون نہیں رہ سکتا، خاص کر پاکستان جیسا ملک جو دنیا کے تین بڑے ملکوں سے گھرا ہوا ہے۔ تو ہمیں اپنی مخصوص اسلامی قومیت کی بنیادوں کو مضبوط بنانا ہوگا۔ اور اس کی صرف ایک صورت ہے کہ مسلمان کی وہ تعریف، جس کا اثبات امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث کے ذریعہ کیا ہے، اُسے یہاں کا ہر فرقہ تسلیم کرے، اور اہل قبلہ (قبلہ کی طرف رُخ کرنے والے) کی تکفیر کا موجودہ سلسلہ بند کر دیا جائے۔ اس کے حق میں یہاں اتنی مؤثر رائے عامہ پیدا ہو کہ ہماری حکومت اس کو حکماً نافذ کرنے پر مجبور ہو جائے۔

پاکستان میں اگر ایک مسلمان فرقہ دوسروں کو دائرۂ اسلام سے خارج کرنا اپنا عقیدہ سمجھتا ہے، تو اُس کے بارے میں دین اسلام کا جو حکم ہے وہ تو ہے ہی، لیکن یہ فرقہ پاکستانی وحدت میں رخنہ ڈالنے کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کی اس حرکت سے لامحالہ پاکستان کے استحکام پر زد پڑتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب سوال یہ ہے کہ تکفیر بین المسلمین کے خلاف ملک میں ایسی زبردست رائے عامہ کیسے پیدا ہو کہ کسی فرقے یا گروہ کو علی الاعلان جلسوں میں، منبروں سے یا اپنے رسائل میں دوسرے مسلمانوں کو کافر ثابت کرنے اور انہیں اسلام کے دائرے سے نکالنے کی ہمت نہ پڑے۔ ظاہر ہے یہ اہل علم اور اصحاب قلم کا بھی کام ہے اور ہمارے سمجھ دار علمائے کرام کا بھی، لیکن ایک حد تک، بلکہ میں تو کہوں گا کہ بہت حد تک یہ ذمہ داری ہماری اسلامی حکومت اور بالخصوص اُس کے ادارے محکمۂ اوقاف کی بھی ہے۔ میرے نزدیک یہ محکمہ صرف مزارات کی دیکھ بھال، مساجد کی نگرانی، ائمہ و خطباء کے تقرر اور اوقاف کے آمد و صرف کے انتظام ہی کے لئے نہیں، بلکہ اسے تکفیر بین المسلمین جیسے مسائل کے خلاف بھی رائے عامہ پیدا کرنے میں پہل کرنی چاہیئے۔ یہ مسئلہ صرف نظری و اعتقادی نہیں، بلکہ اس کی یہاں اجتماعی و ملی حیثیت ہے اور اس اعتبار سے یہ قابلِ دخل اندازیٔ حکومت ہے۔ بے شک ہر شخص اس امر کا مجاز ہے کہ وہ اپنے دل میں کسی دوسرے کے بارے میں جو چاہے خیالات رکھے لیکن جب وہ اس کی عام اشاعت کرے گا خواہ پبلک جلسے ہیں یا تحریر میں۔ تو وہ لازماً قانون کی زد میں آئے گا۔ تکفیر بین المسلمین پبلک طور پر شاید ہی کسی ملک میں یوں روا رکھی جاتی ہے، جیسے بد قسمتی سے آج کل ہمارے ہاں ہے۔ اُمید ہے اس کے سدِباب کے لئے کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور کی جائے گی۔

حصولِ آزادی اور قیامِ پاکستان سے قبل برطانوی حکومت بالواسطہ اور براہِ راست بھی یہاں کے لوگوں کی فرقہ وارانہ نزاعات کو ہوا دیتی تھی، کیونکہ یہ چیز اجنبی حکومت کے حق میں جاتی تھی۔ ہماری آپس کی فرقہ آرائیاں سب اُس منحوس دور کی باقیاتِ سیّئہ ہیں، جن کے اب جاری رہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ مسلمان سب اہل قبلہ ہیں۔ اُن کا خدا بھی ایک، رسول بھی ایک، کتاب بھی ایک، اور سب قبلہ کی طرف رُخ کر کے نمازیں پڑھتے ہیں۔ اس لئے کسی مسلمان فرقے یا گروہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ پبلک طور پر دوسروں کو کافر اور خارج از اسلام ٹھہرائے، اور صرف خود کو مسلمان منوانے پر زور دے، اور اس کے متعلق علی الاعلان پروپیگنڈہ کرے۔

بے شک فرقوں کے آپس کے اختلافات شروع سے ہیں، اور وہ برابر رہیں گے، لیکن ان اختلافات کی بنیاد پر ایک دوسرے کی تکفیر اور وہ بھی پبلک طور پر، اسے ایک اسلامی حکومت، جس کے وجود اور استحکام کی اساس ہی اسلام ہو، کب تک برداشت کر سکتی ہے۔

(م - س)

© rasailojaraid.com